رجسٹر آصفیہ نمبر ۱

شرح چندہ
سالانہ ۵/
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲)

فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی (عثمانیہ)

رجسٹرڈ انگلیشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ۵/
ششماہی ....
سہ ماہی ....

قیمت فی پرچہ (۲)

جلد ۴ | ۲۹ تیر ۱۳۵۳ ف | ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۶۳ھ | ۳ جون ۱۹۴۴ء شنبہ | نمبر (۸)

مابعد جنگ صنعتی تنظیم

ہندوستان اور بیرونی مسابقت

ہندوستان کی مابعد جنگ تنظیم کی کسی اسکیم میں صنعتی توسیع کو ایک جگہ حاصل ہونی چاہئے۔ ملک کے طول و عرض میں یہ عام احساس پایا جاتا ہے کہ معاشی ترقی کے لئے صنعتی توسیع ناگزیر ہے۔ حالات جنگ کے تحت جو صنعتی توسیع عمل میں آئی ہے اس نے صنعتی ترقی کے رجحان کو تیز تر کر دیا ہے۔

موجودہ حالات میں ہمارا ذریعہ معاش بہت بڑی حد تک زراعت ہے اور ظاہر ہے کہ زراعت کا انحصار موسمی حالات پر ہے۔ اگر بارش ناکام ہے تو فصلوں کو ایسا نقصان پہنچتا ہے کہ اس سے آبادی کے اہم وسائل متاثر ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس خرابی کو دور کرنے کے لئے صنعتوں کو فروغ دیا جائے کیونکہ یہ موسمی حالات پر منحصر نہیں ہوتیں۔ ایسی ریاستیں جو زیادہ تر زراعت پر مبنی ہوں ان سے نہ صرف آبادی کے ذرائع معیشت متاثر ہوتے ہیں بلکہ حکومت کے وسائل مالی بھی۔

ملک میں صنعتوں کے قیام سے دوہرا فائدہ یہ ہوگا کہ ہلکا ہو جائے گا جو اب وقت زمین پر پڑ رہا ہے کیونکہ آبادی کی اکثریت زراعت کی طرف مائل ہے۔ زمین پر جوں جوں بار زیادہ ہوتا جاتا ہے اس کی وجہ سے زرعی معاشیات میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ زرعی زمین کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ انتشار اراضی کی وجہ سے زراعت کے اصلاحی طریقے نہیں کئے جا سکتے۔ اگر لوگوں کے لئے کوئی متبادل پیشہ مہیا ہو سکے تو اس حد تک اراضی کو چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم ہونے سے روکا جا سکتا ہے۔ اس طرح یہ صنعتی ترقی زرعی ترقی کا بھی باعث ہو سکتی ہے اور زراعت کو زیادہ منفعت بخش بنا سکتی ہے۔

معاشی نقطۂ نظر سے ہندوستان کی سب سے بڑی ضرورت یہ ہے کہ لوگوں میں کاروبار میں روپیہ لگانے کی عادت کو ترقی دی جائے۔ اس سمت میں ہم نے حالیہ زمانہ میں کچھ ترقی کی ہے اور ملک کے خوش حال طبقے کاروبار میں سرمایہ لگا رہے ہیں اور یہ میلان بڑھتا جا رہا ہے لیکن عوام میں ابھی یہ عادت پیدا نہیں ہوئی۔ مشترکہ سرمایہ سے منظم کمپنیوں کا قیام جن کے انتظامات اچھے ہاتھوں میں ہوں عوام کو اپنا سرمایہ کاروبار میں لگانے کی ترغیب کا باعث ہوگا۔

صنعتوں کی ترویج عوام کے نقطۂ نظر میں تبدیلی پیدا کر سکتی ہے۔ بڑے پیمانے پر مشینی صنعتوں میں حصہ لینے سے قوت فیصلہ، چوکسی اور جفاکشی جیسی صفات پیدا ہوتی ہیں۔ زراعت کا انحصار چونکہ زیادہ تر فطرت کی قوتوں پر ہوتا ہے اس لئے اس سے انفعالی نقطۂ نظر پیدا ہوتا ہے اور زراعت پیشہ افراد کا وقت و قسمت پر بھروسہ رہنما ہو کی کیفیت پیدا کر دیتا ہے۔

قومی آمدنی کے معیار کو بڑھانے کے لئے بھی صنعتی ترقی ضروری ہے۔ اگرچہ یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ صنعتی پیداوار کا اضافہ اسی مناسبت سے روزگار میں اضافہ کا باعث ہوتا ہے تاہم اس امر میں شک نہیں کیا جا سکتا کہ صنعتوں سے قومی آمدنی میں کافی اضافہ ہوتا ہے جس کی بنا پر حکومت مالی اور سماجی اصلاحات کی اسکیمیں روبہ عمل لا سکتی ہے۔

کچھ عرصہ قبل تک یہ خیال عام طور پر پھیلا ہوا تھا کہ ہندوستان جیسے ملک میں بڑے پیمانہ پر میکانی صنعتوں کا قیام ممکن نہیں کیونکہ یہاں کے موسمی حالات اور آب و ہوا اس کے لئے موزوں نہیں ہے۔ مگر سائنس کی ترقی نے اب ان کو اس قابل بنا دیا ہے کہ وہ ان مزاحمتوں پر غالب آ سکیں جو موسمی حالات کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ پچاس سال پیشتر یہاں فولاد کی صنعت ناممکن معلوم ہوتی تھی کیونکہ اس صنعت میں کام کرنے والے اونچے درجہ کی حرارت برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ مگر اب ایسے کارخانے قائم کئے گئے ہیں جن میں اس دشواری کو سائنس کی مدد سے دور کر دیا گیا ہے۔

ہندوستان کی معاشی ترقی کے لئے جس طرح صنعتوں کا مسئلہ اہم ہے اسی طرح تامینی محصول کے ذریعہ صنعتوں کی ترقی کا مسئلہ بھی اہمیت رکھتا ہے۔ حالات کی رفتار سے ظاہر ہے کہ چند سال کے بعد تامینی محصول کے ذریعہ صنعتوں کی ترقی کا مسئلہ زیادہ اہم نہیں رہے گا۔ تامین کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ مقامی صنعتوں کو بیرونی مسابقت سے محفوظ کیا جائے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ہندوستانی صنعتوں کو کس حد تک دوسرے ممالک سے مقابلہ کرنا پڑے گا۔ جب تک جنگ جاری ہے اور اس جنگ کے لئے ہر قسم کی اشیاء کی مانگ باقی رہے گی اور آمد و رفت پر قیود عائد رہیں گے، حمل و نقل کی دقتیں موجود رہیں گی اس طرح بیرونی ممالک سے مقابلہ کا سوال پیدا نہ ہوگا۔ اس کا بھی امکان ہے کہ اختتام جنگ کے بعد کئی سال تک یہی حالت رہے جنگ کے بعد ایک دو سال تک ... جنگ کے بعد تعمیر کے لئے ہر قسم کے سامان کی ضرورت ہوگی اور ممالک پہلے اپنی ضروریات کی تکمیل کرنے کی طرف توجہ کریں گے۔

مملکت ہفتہ وار

جلد ۳ | ۲۹ ستمبر ۵۳ء | نمبر ۴

شخصی اقتدار کی ہوس

مولوی بہادر خاں صاحب کا یہ نقطۂ نظر غلط ہے کہ آصف جاہی تخت و تاج صرف مسلمانان دکن کے سیاسی اور تمدنی اقتدار کا مظہر ہے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تخت و تاج آصفی اہل حیدرآباد کے سیاسی اقتدار اور تمدنی ہم آہنگی کا مرکز و منبع ہے۔ مولوی بہادر خاں صاحب حیدرآباد کے مسلم باشندوں کو حاکم کا درجہ دے کر غیر مسلم باشندوں کو محکومیت کا درجہ دینا چاہتے ہیں۔ حالانکہ یہ چیز نہ تو تاریخ سے ثابت ہے اور نہ سیاست کا یہ تقاضا ہے۔ سیدھے سادے واقعات یہ ہیں کہ حضرت آصف جاہ اول نے ہندو اور مسلم رفقا کی امداد سے حیدرآباد میں اپنی آزادی کا اعلان کیا۔ اعلان خود مختاری کی اس تاریخ سے حیدرآباد ایک سیاسی وحدت کی حیثیت سے قائم ہے۔ حیدرآباد کی ہیئت حکومت پر نظر ڈالئے اور نظم و نسق کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیجئے کہیں اس بات کا شائبہ نہیں پایا جاتا کہ مسلم قوم حاکم اور ہندو قوم محکوم رہی ہے۔ یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے۔

مولوی بہادر خاں صاحب اس نظریہ کے موجد ہیں کہ تاج آصفی مسلمانان دکن کے سیاسی اقتدار کا مظہر ہے۔ اس کے بعد مولوی بہادر خاں صاحب شاید کہیں گے کہ یہ تاج اسی سر کو زیب دیتا ہے جس پر مسلمانان دکن کو اعتماد ہو۔ مولوی بہادر خاں صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ کوئی حیدرآبادی خواہ وہ مسلمان ہو یا ہندو ان کے نظریہ سے پیدا ہونے والے خطرات کو ایک لمحہ کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتا۔ مولوی بہادر خاں صاحب مجلس اتحاد المسلمین کو یا جیسے بھولے بھالے مسلم عوام کو ایک ایسا خطرناک سبق دے رہے ہیں جو انہیں خانوادۂ آصفی کے حلقۂ عقیدت مندی سے غیر شعوری طور پر باہر کرنے کا اثر رکھتا ہے۔ یہ نہ تو ملک کے ساتھ دوستی ہے اور نہ مسلمانوں کے ساتھ۔ یہ ایک سیاسی جنون ہے جو شخصی عزائم کی بلندی پر جماعت کے مفاد کا پردہ ڈال کر عوام کو یہ سوچنے کا موقع نہیں دیتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کس راستہ پر جا رہے ہیں۔ اس جنون کی انتہائی منزل وہ تھی جبکہ عالم بے خودی میں "انا الملک" کے نعرے بلند ہونے لگے۔ اگر یہ سیاسی جنون ملک کے لئے نقصان دہ نہ ہوتا تو عوام کی تفریح کا سامان بن سکتا تھا لیکن بدقسمتی سے ہند حلقوں میں اس کا ردعمل کچھ اس قسم کا ہو رہا ہے کہ اگر اس کو نظرانداز کیا جائے تو اس کے نتائج خطرناک مترتب ہوں گے۔

پس ایک ایسا نظریہ جو فی نفسہ غلط ہو اور جس کے مضمرات مملکت آصفیہ کے لئے خطرناک ہوں اس کو روا رکھنا ملک و مالک کے ساتھ غداری ہے۔ چنانچہ مسٹر جناح نے اپنی بعض خانگی صحبتوں میں "انا الملک" کے نظریہ کو اور مولوی بہادر خاں صاحب کے سیاسی مسلک کو تاریخی اور سیاسی اعتبار سے غلط اور مہمل بتایا ہے۔ مسٹر جناح کی اس رائے سے مولوی بہادر خاں صاحب اور ان کے اکثر رفقائے کار خوب واقف ہیں۔

مجلس اتحاد المسلمین کی ملک کو ضرورت ہے تاکہ دکن کے مسلمان جو افلاس، جہالت اور تفرقہ اندازی کا شکار بنے ہوئے ہیں معاشی، سماجی اور تعلیمی اعتبار سے ترقی کریں۔ لیکن مجلس کے بانی کمان نے اس اعلیٰ نصب العین کو پس پشت ڈال کر مسلمانوں میں ایسے غلط سیاسی رجحانات پیدا کر دئے ہیں جو روز بروز بڑھتے بڑھتے سیاسی کفر کے درجہ تک پہونچ گئے ہیں۔ ہم نے سوچ سمجھ کر سیاسی کفر کی اصطلاح استعمال کی ہے۔ ارباب فکر اس پر غور فرمائیں۔ کیسے الفاظ میں اس کی تشریح ہم بے ادبی سمجھتے ہیں۔ ہمارا خیال تھا کہ مولوی بہادر خاں صاحب کو ان کے ایک سالہ سکوت کے دوران میں مسائل پر غور و فکر کرنے کا موقع ملا ہوگا اور وہ اپنی پچھلی غلطیوں اور بے راہ روی کے نتائج کو سمجھ گئے ہوں گے لیکن اجلاس ورنگل کی روئداد سے اگر وہ صحیح ہے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مولوی بہادر خاں صاحب کی ہوس اقتدار ابھی قائم ہے۔ مولوی بہادر خاں صاحب اپنے زور خطابت سے اپنے آپ کو لاکھ بے نفس اور بے لوث ظاہر کریں لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ مسلم جماعت کو حصول اقتدار کے لئے کس خوبی سے استعمال کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ مثلاً اجلاس ورنگل کے خطبہ صدارت میں آپ نے فرمایا کہ:—

"انسانیت کا سب سے بڑا فتنہ یہ
رہا ہے کہ اس کی جماعتی تحریکات اشخاص
میں مرکوز ہو کر رہ گئیں اور نتیجہ کے طور پر
جماعت نے دست نگر کمزوری اور
اشخاص نے جماعت کی وابستگی سے غلط
فائدہ اٹھایا۔ میں نفس انسانی کے اس
شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔"

بظاہر ان الفاظ سے کس قدر بے لوثی ٹپکتی ہے مگر مولوی بہادر خاں صاحب کا عمل اس کے بالکل برعکس ہے۔ جاننے والے جانتے ہیں کہ پس پردہ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانان دکن بجائے مجلس کے ان کی ذات سے وابستہ رہیں اور وہ ایک آمر غیر مسئول کی طرح مسلط رہیں۔ ان کے اس طرز عمل سے ان کے رفقائے کار میں جو بے چینی پیدا ہوئی اُس داستان کو یہاں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ بہرحال نفس انسانی کے اس شر سے مولوی بہادر خاں صاحب محفوظ نہیں ہیں۔ یہ چیز قریب سے نہ دیکھی جا سکتی ہے اور نہ سمجھی جا سکتی ہے۔ اس کو دیکھنے اور سمجھنے کے لئے ایک خاص فاصلہ اور ایک خاص نظر کی ضرورت ہے۔ ہم مسلم عوام کو اُس دن کے خلاف متنبہ کرنا چاہتے ہیں جبکہ مولوی بہادر خاں صاحب کی سیاست انہیں ایک ایسے دوراہے پر کھڑا کرے گی جس کا ایک راستہ گنگ کوٹھی یا بھارک کی طرف جاتا ہے اور دوسرا بیگم بازار کی طرف۔ خدا نہ کرے کہ وہ

دن آنے ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ مسلم عوام کس راستہ کو پسند کریں گے لیکن انہیں اس انتخاب کی زحمت دینا ہی حیدرآباد کی سیاست کو اس درجہ کمزور کر دے گا کہ اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے گی۔ کاش مسلمان اس چیز کو سمجھیں! ہم خدا کو حاضر و ناظر جان کر مسلم عوام کو یقین دلاتے ہیں کہ اس بہادر خاں سے ہمیں کوئی بیر نہیں جو اعلیٰ حضرت بندگان عالی کا خادم اور غلام ہونے پر فخر کرتا تھا البتہ اس بہادر خاں کو ہم ملک کے لئے ایک خطرہ سمجھتے ہیں جس کے قول و عمل سے دانستہ یا نادانستہ و تمام شاہی متاثر ہو رہا ہے۔ مولوی بہادر خاں صاحب کی خوبیوں اور ان کی صلاحیتوں کا ہم سے زیادہ شاید ہی کوئی معترف ہوگا لیکن ان کی انانیت اور ہوس اقتدار اسلامیوں کے لئے اور ملک کے لئے خطرہ بن رہی ہے۔ وہ بادشاہ کو اور حکومت کو مشکلات میں الجھاتے ہیں ایک خفیہ مسرت محسوس کرنے لگے ہیں جس کا انسداد ہر دن بدن ضروری معلوم ہو رہا ہے۔ ہندو لیڈر مولوی بہادر خاں صاحب کی اس بے راہ روی سے خوش ہیں کیونکہ اس سے متعصب ہندو سیاست کو تقویت پہونچ رہی ہے۔ حکومت سے یہ توقع رکھنا کہ وہ بہادر خاں صاحب یا انتہا پسند ہندو لیڈروں کی بے راہ روی کا معقول انسداد کرے گی بے سود ہے۔ البتہ ہم مسلم عوام سے صرف یہ گزارش کرتے ہیں کہ وہ برادر کرم سوچیں کہ ان کا یہ واحد نمائندہ انہیں کدھر لے جا رہا ہے۔ آیا مولوی بہادر خاں صاحب کی سیاست مملکت آصفیہ کی بنیادوں کو مستحکم کر رہی ہے یا کمزور۔ اگر کامل غور و فکر کے بعد وہ پھر بھی مولوی بہادر خاں صاحب کی سیاست کو پسند کرتے ہیں تو آئندہ نسلوں کے پاس وہ برے سمجھے کے ذمہ دار ہوں گے۔

اٹلی میں نازی مورچے ٹوٹنے لگے

پچھلے دو ہفتے سے اٹلی میں گھمسان کی لڑائی ہو رہی ہے میدان جنگ کے نیم رسمی بیسینو سے اٹلی میں اتحادی فوجوں نے پیش قدمی کی اور وہ بیرت ہے... گیٹا کی بندرگاہ ہے۔ [illegible]

سرحدوں کا درمیانی فاصلہ تیس میل ہے۔ دو ہفتے ہوئے کہ جنرل الگزینڈر نے اس مورچے پر کیسینو کے قریب اپنے حملے کا آغاز کیا۔ کیسینو کا مورچہ مشہور آ فورلی فوج کے سپرد تھا جس میں ہندوستانی اور انگریزی سپاہی ہیں۔ ہندوستانی اور انگریزی فوجیں کیسینو پر قبضہ کر لینے کے بعد دریائے لیری کی وادی میں گھس گئیں۔ جرمن ریڈیو کا اعلان ہے کہ نازیوں نے پیکو کو خالی کر دیا ہے جو پانٹے کار فو کے قلعے سے صرف چھ میل دور ہے۔ یہ قلعہ ہٹلر لائن پر واقع ہے۔ اس سے دس میل جنوب مغرب میں اسپیریا کا مورچہ ہے جہاں فرانسیسی فوجیں لڑ رہی ہیں۔ فرانسیسی فوجوں نے اسپیریا پر قبضہ کر لیا ہے اور پیکو اٹری روڈ پر بڑھ رہی ہیں۔ لیکن یہاں دشمن پوری قوت سے ان کا مقابلہ کر رہا ہے۔ بالکل جنوب میں اٹلی کے مغربی ساحل پر امریکہ کی پانچویں فوج مصروف پیکار ہے۔ اس نے مِن ٹرنو اور گیٹا کے درمیان کا سارا علاقہ نازیوں سے پاک کر لیا ہے اور گیٹا پر قبضہ کرنے کے بعد امریکی فوجیں تیراسینا کے مضافات تک پہونچ گئی ہیں۔ تیراسینا سے سیدھی سڑک روم کو جاتی ہے۔ تیراسینا سے آنزیو کا پل جہاں اتحادی فوجیں مدت سے ڈیرے ڈالے پڑی ہیں صرف بیس میل ہے اور ۲۳ مئی کی اطلاع ہے کہ اتحادیوں نے آنزیو سے بھی آگے بڑھنا شروع کر دیا ہے۔

اس لڑائی میں اتحادیوں نے چھ ہزار جرمن سپاہی قید کئے۔ نازیوں کا پہلا خط دفاع یعنی گستاف لائن کو تکڑے تکڑے کر دیا اور اب ان کے اقدامات نازیوں کا دوسرا خط دفاع یعنی ہٹلر لائن بھی شدید خطرہ میں ہے۔ ہٹلر لائن کیسینو سے ایک میل پیچھے سے شروع ہوتی ہے اور کوئی نو پانٹے کار فو اور پیکو سے گزرتی ہوئی سمندر کے کنارے تک چلی جاتی ہے۔ اتحادیوں نے اس لڑائی میں ڈھائی سو مربع میل اطالوی علاقے کو نازیوں سے آزاد کرا لیا ہے۔ اس لڑائی میں اتحادیوں نے کوئی سامان جنگ صرف کیا ہے جرمنوں کا کہنا ہے کہ اتحادی اس حملے میں ایک ہزار ٹینک استعمال کر رہے ہیں اور ان کی فوجی طاقت برابر بڑھتی جاتی ہے۔ اس حملے کی وجہ سے جرمن اٹلی کو بڑی دشواریاں پیش آ رہی ہیں اور وہ وسطی اٹلی سے پسپائی کی تیاریاں ابھی سے شروع کر رہے ہیں چنانچہ نازی پارٹی کے سرکاری اخبار نے لکھا ہے کہ اگر ضرورت پڑی تو فرنٹل کیسر لنگ علاقہ اور فوجی وقار دونوں کی پروا کئے بغیر پیچھے ہٹ آئیں گے جرمن پسپائی ممکن ہے اور اب یہ یقینی امر ہے کہ جو دوسرا خط دفاع وسطی اٹلی میں نہیں ہوگا لیکن اس سے ہرگز یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ کیسر لنگ بالائی سے بھاگ جائے گا۔ چنانچہ اس نے بڑی شدت سے جوابی حملے شروع کر دئے ہیں۔ ۲۲ مئی کو اس نے جوابی حملہ کر کے امریکی فوجوں کو تیراسینا خالی کرنے پر مجبور کر دیا اور پیکو کے علاقہ میں بھی جہاں فرانسیسی فوجیں ہٹلر لائن پر لڑ رہی ہیں نازی فوجوں نے زبردست جوابی حملہ شروع کر دیا ہے۔

اٹلی کی یہ جنگ کوئی فیصلہ کن جنگ نہیں ہے اور نہ یہ محاذ اتنا بڑا ہے جہاں جرمنی کی فوجی طاقت ختم کی جا سکے اس حملے کا مقصد تو اتنا ہے کہ اٹلی میں مقیم جرمن فوجوں کو روکنے پر مجبور کیا جائے تاکہ وہ دوسرے محاذوں کے تحفظ کے لئے اس علاقے سے اپنی فوجیں ہٹانے نہ پائے۔ یہ مقصد پورا ہو رہا ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ روم کو آزاد کرنے کے بعد بحیرۂ ایڈریاٹک کی ساحلی بندرگاہوں کو نازیوں سے پاک کیا جائے تاکہ یوگوسلاویہ کی آزادی کی فوجوں کو آسانی سے کمک بھی جا سکے اور بلقان پر تیزی سے حملہ ہو سکے۔

پچھلے مہینے گر سے کر کیپوا اور فریک مقام پر ٹھیک اسی طرح ایک وقت حملہ کیا گیا تھا لیکن اتحادی فوجوں کو ناکامی ہوئی تھی لیکن اس دفعہ اتحادی فوجیں اپنی مہم میں اس وجہ سے کامیاب ہوئیں کہ اب کی اٹلی کے محب وطن چھاپہ مار وں نے جو جرمن مورچوں کے پیچھے واقع ہیں اور اتحادی فوجوں میں پورا پورا اشتراک عمل پایا جاتا ہے چنانچہ اطالوی چھاپہ ماروں کی فوج کی طرف سے جو حال اعلان شائع ہوا ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ اٹلی میں مقیم دو جرمن ڈیویژنوں (ایک ڈیویژن ۱۵ ہزار کا ہوتا ہے) ایک چھ ڈیویژن ان اطالوی چھاپہ ماروں سے اور ... یوگوسلاوی چھاپہ ماروں سے لڑ رہے ہیں جو اطالوی سرحد پر مصروف کار ہیں۔ اور یہ خبر بھی آئی ہے کہ ایک فوجی کونسل بنی ہے جس میں جنرل الگزینڈر اور اطالوی فوج کے نمائندے شریک ہیں۔ اس کونسل کا کام شمالی اور وسطی اٹلی کے چھاپہ ماروں [illegible]

بقیہ سلسلہ [illegible]

بیلی جوار

راتب بندی کی دو کانوں پر بیلی جوار بحساب فی روپیہ چھ سیر یعنی سفید جوار سے فی روپیہ ایک سیر چھٹانک زیادہ مقدار میں اس لئے فروخت کی جاتی ہے کہ غریب طبقوں کے لئے بہت سہولت ہو لیکن جو اشخاص بیلی جوار خریدنا نہیں چاہتے وہ سفید جوار یا باجرہ یا گیہوں خرید سکتے ہیں۔ البتہ روزانہ بین یا فدا پانے والے طبقوں کو مقررہ مقدار سے ایک ثانی یعنی پاؤ سیر بیلی جوار دی جائے گی۔

اُردو کا دامن بہت وسیع ہو گیا ہے

مولوی عبدالحق صاحب کی تقریر

سندھ پراونشل اُردو کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے مولوی عبدالحق صاحب نے حسب ذیل تقریر فرمائی۔

آپ نے اس وقت صوبائی اُردو کانفرنس کا انعقاد کر کے وقت کی ایک بہت بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ یہ بڑا انقلاب انگیز اور ہنگامہ خیز زمانہ ہے۔ ہمیں اپنے حالات اپنی ضرورتوں اپنی خامیوں اور الجھنوں کا جائزہ لینا اور اس نئے وقت کے لئے تیار ہونا ہے جو نئے سامان اور ارادوں کے ساتھ آنے والا ہے۔ زمانہ کسی کی رورعایت نہیں کرتا۔ جو نئے حالات کے لئے تیار نہیں وہ نااہل سمجھے جائیں گے اور جو نااہل ہیں وہ سب سے زیادہ معتوب اور مغضوب ہوں گے۔ موجودہ زمانے اور حالات میں ہی نہیں بلکہ ہر زمانے میں انسانی زندگی اور تہذیب و تمدن کی ترقی میں زبان نے بڑا کام کیا ہے بلکہ بہت کچھ اسی پر دارومدار رہا ہے۔ اگر گہری اور باریک نظر سے دیکھا جائے تو زبان کا مسئلہ قومیت کا مسئلہ ہے۔ اب آپ زبان کو اس نظر سے دیکھئے اور پھر ہماری اور اپنی کوششوں کو جانچئے اور پرکھئے۔

یہ بات میں خاص طور پر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی زبان یا بولی کے مخالف نہیں اور نہ کسی زبان اور بولی کی ترقی کی راہ میں حائل ہیں۔ مادری زبان ہر ایک کو عزیز ہوتی ہے اور ہونی چاہئے۔ اپنے حلقے میں اس کا ایک خاص درجہ ہے اور وہاں اس کے کارآمد ہونے میں شبہ نہیں۔ لیکن اس کے علاوہ ایک اور زبان بھی ہے جس کا درجہ مادری زبان سے بھی مقدم ہے اور وہ قومی زبان ہے۔

سندھی ہو یا پنجابی یا کوئی اور بولی صرف اپنے اپنے حلقے کی حدود میں، اس سے باہر کچھ کام نہیں آتیں۔ ہمارے ملک ہندوستان میں اُردو ہی ایک ایسی زبان ہے جو اکثر صوبوں میں بلکہ تقریباً ملک کے ہر علاقے میں بولی یا سمجھی جاتی ہے اور ملکی یا قومی زبان ہونے کا حق رکھتی ہے۔ کیونکہ یہ مختلف فرقوں اور قوموں اور تہذیبوں کے میل سے بنی ہے اور ہندو مسلمانوں اور دوسری قوموں نے اس کے بنانے میں اور ترقی دینے میں بڑی کوشش کی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس میں ان سب کے خیالات و جذبات اور تہذیب کا رنگ پایا جاتا ہے۔ اس کے ذریعے سے آپ کا رشتہ اپنے تمام بھائیوں سے اور ملک کی دوسری قوموں سے زیادہ مستحکم اور قوی ہو جائے گا۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ سندھی نہ رہے۔ وہ ضرور رہے گی اور اسے رہنا چاہئے لیکن اس کے ساتھ ہی قومی زبان کا سیکھنا پڑھنا لازم قرار دیا جائے تاکہ قومیت کی روح افسردہ نہ ہونے پائے۔

مجھے یہ معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی کہ مجلس نصاب جو آپ کی حکومت نے مقرر کی تھی بالاتفاق یہ فیصلہ کیا ہے کہ پرائمری درجے کے بعد ہندوستانی (یعنی اُردو) کی تعلیم لازم ہونی چاہئے کیونکہ "ہندو و مسلم اتحاد کا صرف یہی ایک ذریعہ ہے"۔ مجلس کی یہ رائے بہت صحیح اور قابل وقعت اور دور اندیشی پر مبنی ہے۔ لیکن ساتھ ہی کمیٹی نے اس رائے کا بھی اظہار کیا ہے کہ پرائمری درجے میں اُردو کو داخل کرنا طالب علموں کے لئے بار ہوگا۔ لیکن اس بار کے کم کرنے کی ایک صورت یہ ہو سکتی ہے کہ پرائمری کی تیسری اور چوتھی جماعت میں چھوٹی چھوٹی دو آسان ریڈریں ایسی داخل نصاب کر دی جائیں جن میں زیادہ تر وہ لفظ ہوں جو سندھی اور اُردو میں مشترک ہیں تو ان کا پڑھنا طالب علموں کے لئے کچھ زیادہ بار نہ ہوگا۔ خاص کر جب کہ سندھی اور اُردو کا رسم خط تقریباً یکساں ہے۔ انٹر پراونشل بورڈ فار اینگلو انڈین ایجوکیشن نے بالاتفاق یہ طے کیا ہے کہ ان کے مدارس میں اُردو پہلی جماعت سے پڑھائی جائے۔ جب کہ اینگلو انڈین اور یورپین لڑکوں کے لئے پہلی جماعت سے اُردو پڑھنا دشوار نہیں ہے تو سندھی لڑکوں کے لئے تیسری اور چوتھی جماعت میں اُردو کا پڑھنا ہرگز بار نہیں ہو سکتا بالخصوص جب کہ ان کے لئے رسم خط کی وہ دشواری نہیں جو اینگلو انڈین اور یورپین لڑکوں کے لئے ہے۔ میری رائے میں مجلس نصاب کے اس فیصلے پر نظر ثانی کی ضرورت ہے۔

ایک دوسری تجویز جس کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جس طرح حکومت نے سندھی زبان کے لئے ایک بورڈ قائم کیا اسی طرح اور اسی نہج پر اُردو زبان و ادب کی ترقی کے لئے بھی ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ اس بورڈ کے قائم ہونے سے بہت سے فوائد متصور ہیں۔ اس کے قیام سے قومی اور ملکی زبان کی ترقی و اشاعت ایک اصول کے تحت قابل اطمینان طور پر ہوگی۔

ہمیں حکومت سے ایک اور ضروری درخواست کرنی پڑے گی۔ وہ یہ کہ دیوانی اور فوجداری عدالتوں میں ایسی درخواستیں جو اُردو زبان اور رسم خط میں لکھی ہوں قبول کر لی جائیں۔ جب یہ امر طے پا گیا ہے کہ صوبے کی تعلیم میں ہندوستانی زبان کا داخل کرنا قومی اور ملکی اتحاد کے لئے لازم ہے تو اس درخواست کے قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہونا چاہئے۔ یہ امر اس اتحاد کے بڑھانے میں بہت زیادہ ممد اور معاون ہوگا۔ جس مصلحت کی بنا پر اس زبان کا مدارس میں داخل کرنا روا رکھا گیا ہے اسی مصلحت کے پیش نظر یہ درخواست ہے۔

اگر حکومت نے ہماری ان معمولی درخواستوں کو منظور کر لیا اور قوی امید ہے کہ صحیح طریقے پر یہ مسائل پیش کئے گئے تو ضرور منظور کر لئے جائیں گے تو آپ یقین جانئے کہ اُردو زبان آپ کی زبان ہو جائے گی۔

ہمارے سامنے کی بات ہے کہ جب سے پنجاب نے اُردو کو اپنا بنایا تو ان میں ایسے اعلیٰ درجے کے صاحب فکر شاعر اور ادیب اور انشا پرداز پیدا ہوئے اور ہیں جن پر ہمیں بجا طور پر فخر ہے۔ اگر وہ اُردو کو نہ اپناتے تو کبھی وہ اس قابل رشک درجے تک پہنچ سکتے تھے۔ یہ سب اُردو کا طفیل ہے۔ اگر آپ نے بھی یہ تہیہ کر لیا تو یقین جانئے کہ چند ہی سال میں آپ ایسی ترقی کریں گے کہ لوگوں کو حیرت ہوگی۔ کیونکہ آپ کی سیرت اور آب و ہوا میں کچھ چیزیں ایسی پائی جاتی ہیں جنھیں دوسروں پر تفوق حاصل ہے۔ جب پنجاب میں اُردو کی ترقی سے پنجابی نہ مر سکی تو آپ کو اندیشہ کی کوئی وجہ نہیں بلکہ میرا یقین ہے کہ اُردو کی ترقی سے سندھی کو طرح طرح کے فائدے پہنچیں گے۔

اُردو زبان کا دامن بہت وسیع ہو گیا ہے اور اس نے اپنی گوناگوں صلاحیتوں کی وجہ سے حیرت انگیز ترقی کی ہے۔ مذہب، تاریخ، ادب اور دیگر علوم و فنون پر کتابوں کی جو بہتات اُردو میں ہے وہ ہماری کسی زبان میں نہیں۔ یہ سارا علمی و ادبی ذخیرہ بنا بنایا آپ کی ملک ہو جائے گا۔ کسی مقامی بولی کو اس درجے تک پہنچنے کے لئے سالہا سال درکار ہوں گے اور پھر بھی شبہ ہے کہ وہاں تک پہنچے یا نہ پہنچے۔ اور اس میں تو مطلق شبہ نہیں کہ ہندوستان کی کوئی صوبائی بولی بین صوبائی اور بین قومی زبان کبھی نہیں بن سکتی۔

اس زمانے میں جب کہ ہمارے ملک میں اندر اور باہر نفاق و افتراق کی آگ بھڑک رہی ہے۔ اس کے ٹھنڈا کرنے کے لئے اُردو ہی کام آ سکتی ہے۔ یہ کام اس نے پہلے بھی کیا تھا اور اب بھی یہ صلاحیت اسی میں ہے۔ یہ ٹوٹے ہوئے رشتوں اور دلوں کو جوڑے گی۔ بچھڑے ہوئے بھائیوں کو پھر یک دل و یک جان کرے گی اور قومیت کی روح میں نیا ولولہ اور نئی امنگیں پیدا کر دے گی۔

میں اس کانفرنس کے منتظموں اور سرپرستوں کو تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں کہ انھوں نے حالات کا صحیح اندازہ کر کے کراچی میں اس کا انعقاد کیا اور مجھے یقین ہے کہ ان کی کوششیں بارآور ہوں گی اور ہماری قومی زبان اُردو بنام حسن و خوبی قائم ہو جائے گی۔ اس یقین اور توقع کے ساتھ میں دلی خلوص اور مسرت سے اس کانفرنس کے افتتاح کا اعلان کرتا ہوں۔ یہ توقع کہ آپ کو مبارک ہو اور جن آرزوؤں اور ارادوں سے آپ نے اس کام کو شروع کیا ہے وہ آپ کے حسب منشا پورے ہوں۔

قومی وثائق پس اندازی کی اجرائی زیر غور ہے

عوام میں پس اندازی کی عادت بڑھانے کی ایک منظم تحریک

موجودہ زمانہ کی معاشی بحرانوں میں غالباً سب سے بڑی برائی افراط زر یا زر رائج کی مقدار کا غیر معمولی طور پر بہت زیادہ بڑھ جانا ہے افراط زر سے وہ توازن جو معمولاً طلب و رسد کی طاقتوں کی بنا پر قائم ہوتا ہے بری طرح بگڑ جاتا ہے۔ روزمرہ کے استعمال کی تمام ضروری چیزوں کی قیمتوں میں مسلسل اضافہ ہوا۔ جن اہم مسائل پر حکومت غور کر رہی ہے ان میں سے ایک بڑا مسئلہ یہ بھی ہے کہ اس صورت حال کی کیونکر اصلاح کی جائے جو روز افزوں بڑھتی ہوئی قیمتوں سے پیدا ہو گئی ہے۔ افراط زر کے رجحانات کا مقابلہ کرنے کی یقیناً سب سے زیادہ موثر ترکیب ایسی تدابیر کا اختیار کرنا ہے جن کی مدد سے عوام کی قوت صرف کو جذب کیا جائے اور انہیں پوری طرح پس اندازی کا عادی بنا دیا جائے۔

سررشتہ ٹپہ کے قومی وثائق پس اندازی

پس اندازی اور قرض دہندگی کی مہم کے پہلو بہ پہلو حکومت سرکار عالی سررشتہ ٹپہ کے ذریعہ بارہ سالہ مدت کے قومی وثائق پس اندازی جاری کرنے پر غور کر رہی ہے اس طرح متوسط طبقہ کے افراد کے پاس سے فاضل روپے کی مقدار جذب کی جاسکے گی پس اندازی کے یہ وثیقے پانچ مختلف قیمتوں یعنی دس روپے پچاس روپے سو روپے پانچ سو روپے اور ہزار روپے کے ہوں گے۔ ان میں سے ہر وثیقہ تین مختلف شکلوں میں حاصل کیا جاسکے گا۔ یعنی بلا شرکت، مشترک قسم اول اور مشترک قسم دوم ہوں گی۔ وثیقہ بلا شرکت صرف ایک خاص فرد کے نام جاری ہوسکے گا۔ اس کے برخلاف وثیقہ مشترک مشترکہ طور پر دو آدمیوں کے نام جاری ہوسکے گا ان مشترکہ وثائق کی قسم اول اور دوم میں فرق یہ ہے کہ مشترک وثیقہ قسم اول کی ادائی اس کے دونوں مالکوں کو مشترکہ طور پر ہوسکے گی اور مشترک وثیقہ قسم دوم کی رقم کی ادائی اس کے دونوں مالکوں میں سے کسی ایک کو کی جاسکے گی۔

یہ وثائق اپنی قیمت اسمیہ پر جاری ہوں گے۔ اور بارہ سال کے ختم پر واپسی کے وقت ان کی اصلی قیمت ڈیوڑھی ہو جائے گی۔ مثلاً بارہ سال کے بعد دس روپیہ کے وثیقہ کی قیمت پندرہ روپے ہوگی۔ اس طرح ان وثائق میں لگائی ہوئی رقم پر منافع ۳ء۱۰ فیصد سالانہ سود مرکب کے حساب سے وصول ہوگا۔ ان وثائق کی رقم ادائی کے بعد تین سال پورے ہو جانے پر قبل از مدت یعنی بارہ سال سے پہلے بھی کسی وقت حاصل کی جاسکتی ہے لیکن یہ شرط کسی وثیقہ کے مالک کے مرجانے کی صورت میں قائم نہیں رہے گی۔ کوئی ایک شخص زیادہ سے زیادہ پانچ ہزار روپے کے قومی وثائق پس اندازی خرید سکتا ہے۔

اہم خصوصیات

پس اندازی یا کسی چیز میں روپیہ لگانے کی یہ شکل ایسی ہے کہ تھوڑی رقمیں لگانے والے اور متوسط طبقہ کے افراد کی توجہ کو تین خصوصیات کی بنا پر خاص طور پر اپنی طرف پھیرے گی۔ وہ خصوصیات یہ ہیں۔

(الف) وثیقہ کی اصلی قیمت میں کوئی کمی نہیں ہوسکتی۔

(ب) وثائق کی خریدی میں صرف کی ہوئی رقم ضرورت پڑنے پر جلدی حاصل کی جاسکتی ہے کیونکہ وثیقہ کے مالک کو صرف یہ کرنا ہوگا کہ وہ ٹپہ خانہ تک جائے اور اپنا وثیقہ پیش کرکے رقم حاصل کرے۔

(ج) اس سے نفع اتنا ہے جتنے کی امید بڑی رقموں پر کی جاسکتی ہے۔

ایک خصوصی ادارہ قائم کیا جائے گا۔

چھوٹی چھوٹی رقمیں پس انداز کرنے کے لئے عوام کو مزید ترغیب دینے کی خاطر اور ان کے پس اندازی اور کاروبار میں روپیہ لگانے کی زیادہ سہولتیں اور مواقع پہنچانے کے لئے حکومت نے تحصیل پس اندازی کی ایک نئی تحریک شروع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ اسکیم اس طرح تیار کی گئی ہے کہ وہ کاشتکاروں کی توجہ کو خاص طور پر اپنی طرف پھیرے۔ زرعی پیداوار کی قیمتوں کے اس قدر زیادہ بڑھ جانے سے جتنی وہ اس سے پہلے شاذ و نادر ہی بڑھی تھیں کاشتکاروں کو پس اندازی کے غیر معمولی مواقع حاصل ہوگئے ہیں۔ اسکیم کو روبہ عمل لانے کے لئے ایک خصوصی ادارہ قائم کرنے کی بھی تجویز کی گئی ہے جو باقاعدہ اجازت یافتہ کارندوں کو مقرر کرکے ان سے کام لے گا۔ یہ کارندے عوام سے ذاتی تعلقات قائم کرکے لوگوں کو پس اندازی کی عادت کی طرف مائل کریں گے اور ایک ایک گھر پہنچ کر عوام کو روپیہ بچانے کی ترغیب دیں گے۔ ان کارندوں کی سرگرمیوں کو ہر ٹپہ شہر اور گاؤں تک پھیلانے کی تجویز ہے تاکہ اسکیم کا اثر ممالک محروسہ کے ہر علاقہ پر ہو سکے۔ ہر دس روپیہ کی پس اندازی پر کارندوں کو چار آنے کمیشن دیا جائے گا۔

ایک مفید معاشرتی تحریک

جب متوسط آمدنی والے لوگوں کے فائدہ کے لئے قومی پس اندازی کی ایک مہم جاری کرنے کی ایک تجویز بھی ہے یہ تجویز ایسے لوگوں سے متعلق ہے جو ایک وقت میں دس روپے بھی کسی کام میں نہیں لگا سکتے ہیں۔ ان لوگوں کے لئے یہ ممکن ہوسکے گا کہ وہ اس مہم کے تحت وقتاً فوقتاً ڈاک خانوں یا مذکورہ بالا کارندوں سے ٹکٹ خریدیں اور انہیں ایک کارڈ پر جو اسی مقصد کے لئے جاری کیا جائے گا چسپاں کرتے جائیں۔ جب اس کارڈ پر دس روپیہ قیمت کے ٹکٹ چسپاں کر دئے جائیں تو وہ اسی قیمت کے وثیقہ قومی پس اندازی سے بدل دیا جاسکے گا۔

روپے بچانے اور پس اندازی کی ہمت کرنے کی ایک مفید تحریک ہونے کی بنا پر یہ اسکیم بڑی قومی اہمیت رکھتی ہے۔

ان دنوں زرعی پیداوار کی قیمتوں اور مزدوریوں کے بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے عوام کی بہت بڑی تعداد کے لئے پس اندازی کا ایک نادر موقع پیدا ہوگیا ہے۔ یہ حالت موجودہ اس خصوصیت کی بنا پر کہ یہ اسکیم افراط زر کے خلاف بھی ایک تدبیر ہے اس کی اہمیت میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کے ذریعہ عوام کے ہاتھوں سے فاضل روپیہ حاصل کیا جاسکتا ہے اور اشیاء کی قیمتیں ایک مناسب حد تک گھٹائی جاسکتی ہیں۔ اس لئے امید ہے کہ متوسط طبقہ کے لوگ اور تھوڑی آمدنی والے اس تدبیر کا بڑی خوشی سے خیر مقدم کریں گے۔

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

ہفتہ گزشتہ کی اہم ترین خبر یہ ہے کہ مولوی بشیر احمد صاحب اتحاد المسلمین عالم پیٹ کے جلسہ میں ہاتھی پر جلوس کے ساتھ جلسہ گاہ آئے۔ اونٹ، گھوڑے، رضا کار کے پیدل اور سوار دستے اور مختلف قسم کے باجے بھی جلوس کے ساتھ تھے۔

"اگر ملک، انسداد رشوت ستانی نے کسی عہدہ دار کی نسبت حسب خواہش صدر المہام متعلقہ اپنے نتائج تحقیق پیش بھی کر دیئے تو اب پر کوئی کاروائی نہیں کی گئی۔ کہیں کسی کے بھائی کی محبت آڑے آئی اور کہیں کسی کے خسر سے تعلقات دوستی نے بات بگاڑ دیا۔" (قائد ملت)

بھائی والا قصہ تو ہر شخص جانتا ہے البتہ خسر والا معمہ ہنوز سمجھ میں نہیں آیا۔ کوشش جاری ہے۔

میں رشوت خواروں کو آگاہ کر دینا چاہتا ہوں جو شخص مسلمان ہو کر رشوت کھاتا ہے میں اُس کو دوگنی سزا کا مستحق سمجھتا ہوں۔ (قائد ملت)

مجمع سے آوازیں — ان کے نام بتائیے۔

کیا مروت غالب آ رہی ہے!

قائد ملت — ان کے نام ہر شخص کی زبان پر ہیں۔ آپ میری زبان کو ان کے نام سے کیوں آلودہ کرنا چاہتے ہیں۔

(ساعت شکن تالیاں اور فلک شگاف نعرے)

"انسانیت کا سب سے بڑا فتنہ یہ ہے کہ اس کی جماعتی تحریکات شخص میں مرکوز ہو کر رہ گئیں اور نتیجے کے طور پر جماعت نے وسعت نظر کھو دی اور شخص نے جماعت کی تنگی سے غلط فائدہ اٹھایا۔ میں نفس انسانی کے اس شر سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں۔" (قائد ملت)

آمین! یا رب العالمین!!

طوفانی آندھیوں سے اور بارش کی خوفناک تیزی کی وجہ سے قائد ملت کا کیمپ بالکل تباہ ہو گیا۔ اس میں ان کا پرچم سفینی نیچے آ رہے کو تھا کہ قائد ملت کی نظر پڑی اور

دیوانہ وار "ادے میرا پرچم" کہتے ہوئے دوڑے۔ (دکن نیوز)

میں اس دن تہیہ کر لوں گا اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ "میری پبلک" کا مجھ پر اعتماد نہیں رہا ہے۔ (قائد ملت)

"میرا پرچم" اور "میری پبلک" بے جوڑ سے لفظ ہیں۔ "میرا پرچم" کہنے والا "میری رعایا" ہی کہہ سکتا ہے۔ معلوم نہیں یہ غلطی کاتب کی ہے یا خبر رساں ایجنسی کی!

میں اس کو مسرت کے ساتھ محسوس کر رہا ہوں کہ اخبار "پیام" کے انداز میں مجھے خاص فرق محسوس ہونے لگا ہے۔ (قائد ملت)

مبارک! قاضی صاحب مبارک!!

اس تمام ہنگامے کے "نوشاہ" اس ساری زندگی کی روح دیکھئے وہ دور سے مسکراتے چلے آتے ہیں جو نہ مولانا کہلاتے ہیں نہ عمامہ لیکن ایک اشدہام ہے کہ ہاتھ چومنے کے لئے ٹوٹا پڑتا ہے۔ (رہبر کا ناظر خصوصی)

"پیام" قبول ہو چکا! "نوشاہ" آچکا! وہ بھی مسکراتا ہوا۔ قاضی صاحب کہاں ہیں!

قائد ملت نے ان کارکنوں کا تذکرہ فرمایا جو مجلس میں صرف اعزاز کے حصول کی خاطر داخل ہوئے ہیں۔ آگے چل کر آپ نے کہا۔

"ایک طبقہ وہ بھی ہے جو اسی کا ہاتھ پاؤں پکڑ کر گرانے کی کوشش کرتا ہے جس نے اس کو پالا اور پوسا۔" (اورینٹ پریس)

ان اصحاب کے نام اخبار "مملکت" ایک سال کے لئے مفت جاری کیا جائے گا جو ٹھیک ٹھیک یہ بتا دیں کہ قیادت پناہ کا اشارہ کن قائدین کی جانب ہے۔

میں تمہیں شوق سے اجازت دیتا ہوں کہ تم میری مجلس اور میرے مسلمانوں کے لئے کام کرو۔ (قائد ملت)

کیا مجلس اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کے لئے قائد ملت کا تحریری اجازت نامہ درکار ہے!

میں اپنی تنظیم کا وہ چوکیدار ہوں کہ ہمیشہ زاویے سے دیکھوں گا۔ یاد رکھو جب سر کھل جائے گا، وہ اک جاتی رہے گی۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں دنیا کو ہمیشہ دھوکہ دیتا رہوں۔ (قائد ملت)

ہم تو نہیں چاہتے۔ پھر آپ کی مرضی۔

مجلس موضوعات میں نظام جاگیرداری کو ختم کرنے والی تحریک کو میں نے روک دیا ہے۔ (قائد ملت)

نواب دوست محمد خاں کے سفر دور نگل سے جاگیرداروں کی جان بچی۔

"عہدوں کے لئے تڑپنے والوں اور عزو جاہ کے لئے مرنے والوں" کو مژدہ ہو کہ:

"آئندہ سال میں صدارت کا امیدوار نہیں ہوں گا۔" (قائد ملت)

"کیونکہ میں صدر المہامی کا امیدوار ہوں۔"

قائد ملت ارکان باب حکومت کی مدت ملازمت میں توسیع کے قائل نہیں ہیں چنانچہ مولوی ابو الحسن سید علی، مولوی احمد عبد اللہ صاحب مسدوسی، مولوی سید محمد حسن صاحب، مولوی عبد الرؤف صاحب اور مولوی کلیم الدین صاحب انصاری کی توسیع پیش گاہ قیادت سے نامنظور ہو گئی۔ البتہ مسٹر یا مین زبیری کو جو باب قیادت کے معتمد ہیں اور ایک سال کی توسیع مل چکی ہے۔ انشاء اللہ اس مدت میں اور بھی توسیع ہو گی۔

معتمد صاحب ملکی مجلس نے سالانہ رپورٹ میں تین اہم واقعات کا ذکر کیا ہے:-

(۱) پہلا واقعہ قائد ملت کی تقریر و تحریر پر امتناع ہے۔

(۲) دوسرا واقعہ قائد ملت کا اپنی جاگیر، اعزازات اور خطابات کی واپسی ہے۔

(۳) تیسرا واقعہ قائد ملت کا سفر کشمیر اور وہاں سے اخراج ہے۔

معتمد صاحب نے مجلس کی رپورٹ مرتب کی ہے یا قائد ملت کی سوانح عمری؟

۱۹۴۲ء کی قرارداد کانگریس واپس لی جائے

ہندوستانی کمیونسٹ پارٹی کا مطالبہ

لیگ اور اتحادی پارٹی کے درمیان جو تنازعہ پیدا ہو گیا ہے اس کے متعلق کل ہند کمیونسٹ پارٹی کی کمیٹی نے حسب ذیل بیان جاری کیا ہے۔ ایسے نازک دور میں جب کہ دشمن ہمارے ملک کی سرحدوں میں گھس چکا ہے بیرونی اجناس کی قلت کے سبب پریشانی پھیلی ہوئی ہے اور کانگریسی قائدین نظربند ہیں ایسی صورت میں کمیونسٹ پارٹی یہ ضروری تصور کرتی ہے کہ تمام جماعتیں آپس میں متحد ہو جائیں اور بیرونی خطرہ کی مدافعت کے لئے اہل ملک کو منظم کر دیں۔ اغذیہ کی نازک صورت حال کو بہتر بنائیں اور ملک کے موجودہ سیاسی تعطل کو دور کریں۔ اسی مقصد کی تکمیل کے لئے ہم نے لیگ اور کانگریس کے اتحاد کا نعرہ بلند کیا ہے اور اتحاد مسلمانوں کے حق خود ارادیت یا پاکستان کی قبولی کی اساس پر عمل میں آنا چاہئے۔ ظاہری نسبت وحالات سے ہمیں پتہ چل رہا ہے کہ پنجاب میں اتحادی پارٹی کو اس وزیری حکومت کی تائید وحمایت حاصل ہے جو کہ موجودہ سیاسی تعطل کو برقرار رکھنا چاہتی ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ مسلم لیگ پنجاب کے مسلمانوں کی بہت بڑی اکثریت کی پوری پوری نمائندگی کرتی ہے اور لیگ کو ان کا کامل اعتماد حاصل ہے اور ایسی صورت میں اسمبلی کے مسلم اراکین یا مسلم وزراء کو مسلم لیگ کے آغوش سے باہر کھینچنے کی مذموم کوشش اصول جمہوریت، قومیت کے خلاف ہے اور اس کا مقصد فرقہ بندی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ لیکن مسلمانان پنجاب کی سیاسی بیداری کے سبب ان کا یہ سارا ہنگامہ بے اثر ثابت ہو چکا ہے اور اب اتحادی پارٹی کی کے مسلم اراکین اپنی اکثریت کو برقرار رکھنے کی خاطر شائستہ دباؤ ڈال رہی ہے چنانچہ شوکت حیات کی شمولیت وزارت کی فہرست ... اس بیان میں اتحادی پارٹی کے طرز عمل اور ان کے دعوے کی تردید کے بعد مجاہد ملت سے اپیل کی گئی ہے کہ وہ کانگریس ... لیگ اور کانگریس میں اتحاد کی نئی توقعات، نئی راہیں پیدا ہو گئی ہیں اس سے فائدہ اٹھائیں۔ ہمیں توقع ہے کہ مہاتما گاندھی جی ۱۹۴۲ء کی اس قرارداد کو اس لئے ... جو کہ اب بھی اتحاد کے حق میں ایک خطرہ بنی ہوئی ہے اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ہم اس کی بھی امید رکھتے ہیں کہ کانگریس بھی مسٹر جناح سے اس اتحاد کے بارے میں ... ہم بڑھ کے جب تک کہ مسٹر جناح اس وقت ہی کوشش کی تحریک ... مذہبی سیاست ہے، اور ایسی صورت حال کے تحت قومیت سے منافقت کو لیگ اور کانگریس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا اس کی ذمہ دلیل ہے کہ وہ موجودہ تعطل کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ وہ فرقہ پرست ہیں اور ہندوستان کی آزادی کے دشمن ہیں۔

متفقہ طور پر ہم سب کو پنجاب میں ایک مسلم لیگی مخلوط وزارت اور صوبجات سرکز میں ملک کی دولت اور اغذیہ کی صورت حال کو بہتر بنانے کے لئے فوراً ہی مرکز میں ایک قومی حکومت کے قیام کے لئے لیگ اور کانگریس میں سمجھوتہ کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(اورینٹ پریس)

ترکی میں جرمنی کی خفیہ انجمن

ترکی پولیس کی تحقیقات

لندن (بذریعہ بحری تار) "ٹائمز" کا نامہ نگار مقیم انقرہ رقمطراز ہے کہ ترکی پولیس نازی پیشوا جنین کی خفیہ سوسائٹی کے بارے میں تمام واقعات کو منکشف اور طشت از بام کرنے کے لئے تحقیقات میں مشغول ہے اور معلوم ہوا ہے کہ ترکی حکومت نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ ان سرغنوں کے خلاف سخت ترین کارروائی کرے گی جو نازیوں کے ایجنٹ کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

مجھے پل کر نامہ نگار لکھتا ہے کہ ابتدائے جنگ سے جرمن پروپیگنڈا کرنے والے ترکی سے پکا وعدہ کر رہے ہیں کہ وہ ترکی کے علاقوں کو وسیع کرنے میں امداد دیں گے۔ نازی ایجنٹوں نے یہ بھی کہا ہے کہ قفقاز اور ایرانی آذر بائیجان پر ترکی حکومت نے اپنا دعویٰ قائم کئے ہوئے ان دل فریب وعدوں کی اس وقت بھی ذرہ برابر پرواہ نہیں کی تھی جب کہ جرمن ناقابل تسخیر سمجھے جاتے تھے اور وہ مشرق قریب اور قفقاز کی طرف پیشقدمی کر رہے تھے۔ اس کے برخلاف ترکی نے ان پیشکشوں کو نہایت سرد مہری سے ٹھکرا دیا اور یہی کہتا رہا کہ ترکی کو علاقے وسیع کرنے کی کوئی خواہش نہیں ہے۔ یہ خیال بہت پختہ ہو گیا ہے کہ اس وقت جرمن ترکی حکومت کو اپنی اسکیموں میں پھانسنے میں ناکام رہے تو انہوں نے ایک ایسی خفیہ انجمن کی بنا ڈالی جو ففتھ کالم کے طور پر کام کرے اور مناسب موقع آنے پر ترکی میں کٹھ پتلی حکومت قائم کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہے۔ سوسائٹی نے ترکی سیاست دانوں اور جرنلسٹوں کی ایک فہرست تیار کی تھی کہ ان کون کون سے دوست ہیں، کون دشمن ہیں اور کون مشتبہ ہیں۔

سیاسی تعطل کے اسباب اور اُن کا حل

از

سجاد ظہیر

کانگریسی محبان وطن کی ایک بڑی تعداد میں یہ ایک عام خیال پایا جاتا ہے کہ مسلم لیگ اور اس کی قیادت کرنے والے فرقہ پرست ہیں جو اپنے ذاتی اغراض اور ادنیٰ مفاد پر تمام ملک کے تمام مفاد کو قربان کر دینے تک میں دریغ نہیں کرتے۔ مسلمانوں کے مطالبۂ پاکستان کو صرف ترقی کے راستے میں ایک رکاوٹ، یا اس سے بھی بدتر برطانوی سرمایہ داری کی ایجاد سمجھا جاتا ہے جس کا مقصد ملک کے اتحاد کو توڑنا، سیاسی خلفشار کو بڑھانا اور سرمایہ داری کے ذریعہ ہندوستان کی اقتصادی استحصال ہے۔ لیگ اور اس کے مطالبۂ پاکستان کے متعلق یہ نظریہ قائم کر کے کانگریسی محبان وطن لیگ کے ساتھ کوئی تعلق رکھنے سے انکار کرتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے ساتھ سمجھوتہ بالکل ممکن نہیں۔

۴۰ سال پہلے لیگ کی بنیاد پڑنے سے اب تک ہندو مسلم تعلقات کی تاریخ کے خاص واقعات کو ایک سرسری [illegible] دکھانے سے یہ کیا جا سکتا ہے کہ آیا ہندوستانی مسلمانوں کا مطالبۂ پاکستان ہندوستان میں مسلمانوں کے سیاسی احساسات کی ترقی کا منطقی اظہار ہے اور کہ آیا یہ قدم تمام ہندوستانیوں کے آزادی کی جانب ترقی کے ساتھ موافق ہے۔

مسلم لیگ کی بنیاد ۱۹۰۶ء میں پڑی۔ وہ خاص سیاسی مطالبہ جو اس نے اس وقت پیش کیا یہ تھا کہ لارڈ منٹو کی اصلاحات کی نئی اسکیم میں مسلمانوں کو علیحدہ حلقہ انتخاب دیے جائیں اور کونسلوں میں ان کی نشستیں ریزرو ہونا چاہئیں۔ بہت سے قوم پرستوں کا یقین ہے کہ یہ جمہوری اصول کی نفی تھی جس نے ایک متحد ہندوستانی قوم کے نشوونما کو سخت صدمہ پہنچایا۔ وہ دیکھتے ہیں کہ سرمایہ داری کے خلاف ہندوستان کے اتحاد کو روکنے کی یہ ایک سرمایہ دارانہ چال تھی۔

یہ بات کہ لیگ کی سرمایہ داروں کے موافق تھی اور یہ کہ تفرقہ اور نا اتفاقی سرمایہ داروں کے مفاد کے لئے ہے۔ اور یہی موٹی بات کو ثابت کرنے کے لئے ایک دلیل کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ دراصل جو چیز کہ نہیں سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہندو مسلم منافرت سرمایہ داروں کی پیدا کی ہوئی نہیں ہے۔ بلکہ یہ تاریخی وجوہات کی بنا پر ہے لیکن سرمایہ دار اس کو اپنے لئے استعمال کرتے ہیں کیونکہ اس سے ان کو فائدہ ہوتا ہے اسی طرح ہر فائدہ اٹھانے والا [illegible] کہتے ہیں یہ ہے کہ موجودہ صورت حالات کو اپنے موافق بنائیں اور سرمایہ داری کو آگے بڑھا دیں۔

جداگانہ انتخاب

کیا وہ مطالبہ جو ۱۹۰۶ء میں اور اس کے بعد لیگ نے جداگانہ انتخاب اور نشستوں کے ریزرو ہونے کے لئے کیا، غیر منصفانہ اور جمہوریت کے خلاف تھا؟ اس سوال کا جواب صرف اسی وقت دیا جا سکتا ہے جبکہ ہم مسلمانوں کی اس وقت کی حالت سے ملک کی اُس وقت کی عام سیاسی حالت کے تعلق پر غور کریں۔

ہندوستان میں سلطنت برطانیہ کے قائم ہونے اور ۱۸۵۷ء کے واقعات کے بعد جن مقامات پر سب سے زیادہ صنعتی اور تجارتی اور تعلیمی ترقی ہوئی وہ کلکتہ، بمبئی اور مدراس تھے۔ مسلم اکثریت کے خطے نسبتاً پیچھے اور اپنی حالت پر چھوڑ دیئے گئے۔ یہ خطے پنجاب، مشرقی بنگال، شمال مغربی سرحدی صوبہ، سندھ اور بلوچستان تھے۔ مزید یہ کہ تاریخی وجوہات کی بنا پر مسلمان جدید تعلیم کی آسانیوں سے فائدہ اٹھانے سے رہ گئے۔ سر سید احمد خان نے اندازہ لگایا کہ ۱۸۷۵ء میں جبکہ ہندو گریجویٹ [illegible] تھے، مسلم گریجویٹوں کی تعداد ۵۷ تھی۔

اب اگر ہم یہ خیال رکھیں کہ اس زمانہ میں ووٹ کے حق کی بنیاد جائداد پر تھی اور صرف تعلیم یافتہ حضرات چناؤ کے لائق سمجھے جاتے تھے تو واضح ہے کہ صرف ایک ہی طریقہ جس سے کہ تعلیم یافتہ متوسط طبقہ کے مسلمان اپنی قوم کی خدمت بجالانے کی امید کر سکتے تھے، جداگانہ انتخاب کا مطالبہ ہماری سیاسی ترقی کے اس درجہ پر ایک بالکل منصفانہ مطالبہ تھا کیونکہ وہ ایک ہی جمہوری طریقہ تھا جس کے ذریعہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال مسلم متوسط طبقہ مسلمان قوم کے مفاد کی حفاظت کر سکتا تھا۔

وہ ترقی اور خود اختیاری کے لئے ہماری جدوجہد [illegible] ملکوں کے اس طبقہ کا مطالبہ تھا جو اقتصادی اور سیاسی طور پر ملک کے ان باشندوں سے پیچھے تھے جن کے جوش آزادی کی نمائندگی انڈین نیشنل کانگریس کرتی تھی۔

حکومت خود اختیاری کا مطالبہ

بہرحال مسلم لیگ کی پیدائش سے پانچ سال کے اندر ۱۹۱۱ء میں اس کے مقصد کو بالادستی کے تحت ہندوستان کے لئے حکومت خود اختیاری حاصل کرنے میں بدل دیا گیا۔ ترکستان کا انتشار، زار کے روس کا ایران پر حملہ اور یورپ کے مسلمانوں کی تکلیفات نے ہندوستانی مسلمانوں تک سرمایہ داری کے خلاف جذبات کو جنبش دی اور [illegible] کے ذریعہ ابوالکلام آزاد اور انگریزی ہفتہ وار کامریڈ کے ذریعہ محمد علی مسلمانوں کو آزادی کے لئے نبرد آزما ہوتے ہوئے پکار رہے تھے۔ [illegible] میں ایک زبردست سیاسی ہلچل تھی اور [illegible] کی قیادت میں ایک مسلم میڈیکل مشن ترکستان بھیجا گیا تھا۔

لیگ کا سیاسی حکومت خود اختیاری کے مطالبہ کو اپنا لینا اس کو کانگریس سے جس نے ۱۹۰۶ء میں منظور کر لیا تھا ان دونوں بڑی سیاسی تنظیموں کو باہم بہت نزدیک لے آیا۔ جنگ عظیم کے واقعات نے اس عمل کو اور بھی بڑھایا۔ کانگریس اور لیگ کے لیڈر ایک دوسرے سے ملے اور اسی زمانہ میں کانگریس اور لیگ کے ۱۹۱۵ء کے بمبئی میں ایک ہی وقت میں اجلاس ہوئے۔ لیگ کے صدر مشہور کانگریسی مسلمان مسٹر مظہر الحق تھے اور ہندو مسلم سوال کے سمجھوتے کے لئے دونوں تنظیموں میں گفت و شنید جاری کی گئی تھی۔ یہ گفت و شنید کانگریس اور لیگ کے ایک سمجھوتہ کی صورت میں ختم ہوئی اور اس کو دونوں جماعتوں کے کھلے ہوئے اجلاسوں میں تسلیم کر لیا گیا جو کہ ۱۹۱۶ء میں لکھنؤ میں منعقد ہوئے تھے۔ یہ اسی معاہدہ کا نتیجہ تھا کہ جب مسٹر مانٹیگو ۱۹۱۷ء میں ہندوستان میں آئے تو کانگریس اور لیگ ان کے مقابلہ میں ایک متحدہ مطالبہ پیش کرنے کے قابل ہو گئے۔ رجعت پرست اس اتحاد سے چونکتے ہوئے۔ لارڈ سڈنہم نے اس کو ایک خطرناک چال کے نام سے پکارا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ وہ جرمن ایجنٹوں کی بنائی ہوئی تھی۔

کانگریس لیگ کا ۱۹۱۶ء کا سمجھوتہ

اب اگر ہم کانگریس لیگ کے ۱۹۱۶ء کے سمجھوتے کے خاص عناصر کو جانچتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ پنجاب اور بنگال کی مسلم اقوام کے رہتے ہوئے حقوق مرکزی حکومت [illegible] اور غیر مسلم خطوں میں آباد مسلم اقلیتوں کا پورا [illegible] ایک جو نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ یہ طے ہوا تھا کہ مسلمانوں کو علیحدہ حلقہ انتخاب ملیں گے اور مرکزی مجلس میں ان کی نشستیں مقرر کی جائیں گی۔ پنجاب میں ان کو کل جو نشستوں میں سے [illegible] ملیں اور بنگال میں [illegible] تھیں۔ مرکزی مجلس مقننہ میں ان کی تعداد کل منتخب ہونے والے ممبران کی ایک تہائی ہوتی قرار پائی اور [illegible] کے مفاد پر اثر ڈالنے والا کوئی ایسا قانون پاس نہیں کیا جا سکتا تھا جس کی مسلم ممبروں میں سے تین چوتھائی مخالفت کریں۔

یہ مسلم مطالبات جو کانگریس نے تسلیم کئے تھے یہ دکھاتے ہیں کہ —

اولاً — پنجاب اور بنگال کے مسلم باشندے کا اپنے وطنوں کی سیاسی زندگی میں ایک نمایاں حیثیت تک ترقی کرنا ...... یہ سمجھتے ہوئے کہ مجلس کے لئے حلقہ انتخاب ابھی تک محدود [illegible] بنیادوں پر تھا اور چونکہ تب ہی آزادی کا درجہ حاصل نہیں کیا گیا تھا اس لئے [illegible] مسلم خطوں کی سیاسی ترقی کا ہم را [illegible] رکھیں۔

دوم — ایک تہائی نشستوں کا مرکزی مجلس میں ریزرو ہونا اور مسلمانوں کے لئے [illegible] قانون کے خلاف

مختلف ہے یعنی (ایک فیڈرل دستور) جس میں چھوٹی اقوام کے لئے مساوات کے بجائے مطالبہ کو اور ایک بڑی اور زیادہ ترقی یافتہ قوم کے واحد وفاق (فیڈریشن) سے کمزور اور چھوٹی اقوام مجبوری کی تحفظ کا مطالبہ کیا۔

باہمی مقصد کے لئے جدوجہد

ہندو مسلم اتحاد جسے لکھنؤ کے معاہدہ کے بعد والے دور کو ختم کیا ہے کے مورخ محمد نعمان نے ان الفاظ میں ادا کیا ہے۔

"لیگ اور کانگریس کو برسوں تک ایک ہی پلیٹ فارم پر کھڑی ہو کر ایک باہمی مقصد کے لئے لڑیں جو کہ تمام باشندوں کے اختیار کی خاطر تھا۔"

کانگریس لیگ اتحاد جو کہ سنہ ۱۹۱۶ء میں حاصل کیا گیا تھا بڑھنا شروع ہوا اس حد تک کہ جب رولٹ ایکٹ پنجاب میں مظالم اور سخت اقتصادی تباہیوں کے ساتھ جنگ کے بعد آیا تو ہندوستانی بحیثیت مجموعی جاگ اٹھے۔ ہندوستان کے باہر کے واقعات۔ انقلاب روس مشرقی ممالک میں تحریک آزادی اور سلطنت ترکستان کی سرمایہ دار طاقتوں میں تقسیم۔ ہندوستانیوں پر بڑا اثر ڈال رہے تھے کانگریس کے مہاتما گاندھی، موتی لال نہرو اور سی آر۔ داس وغیرہ اور مسلم لیگ کے علی برادران، ڈاکٹر انصاری اور ابوالکلام آزاد وغیرہ کی قیادت میں عوام کی ایک زبردست تحریک ہندوستان میں پھیل گئی۔

تحریک کے تین نعرے۔ سوراج۔ رولٹ ایکٹ کی تبدیلی اور خلافت یعنی مشرق قریب اور عربی مسلم ممالک کی آزادی تھے۔ ہندوستان کی آزادی کے لئے جدوجہد کی تاریخ کا کوئی دور سوراج خلافت کے دور سے زیادہ شاندار نہیں۔ ہندو اور مسلم لیڈر ایک ساتھ ایک ہی پلیٹ فارم پر تھے اور ہزاروں ہندوؤں اور مسلمانوں نے کانگریس لیگ اور خلافت کمیٹی کی چلائی ہوئی تحریک میں باہم حصہ لیا۔

یہاں پھر ہم کو جانچنا چاہئے کہ وہ کیا چیز تھی جس نے مسلم عوام کو جگایا؟ ان کی امیدیں اور آرزوئیں کیا تھیں اور وہ کیا چیز تھی جس کے لئے وہ لڑ رہے تھے۔

صاف طور پر وہ دو ہی چیزیں تھیں۔ اولاً یہ کہ وہ سرمایہ داری کو ہندوستان سے نکال دیں۔ اور سوراج حاصل کرنے کے لئے لڑ رہے تھے۔ دوئم اور اس پر بھی بالا تر وہ ابھی تک ایک غیر نامعلوم اور مبہم طریقہ پر مسلم باشندوں کی آزادی کے لئے ہندوستان کی مسلم اقوام کے لئے لڑ رہے تھے۔

سوراج و خلافت کا اصل اندرونی مقصد جو مسلم عوام ان کے سامنے رکھا ہی ہے۔ یہ کہ تحریک خلافت ایک مذہبی مسئلہ نہیں مگر یہ چیز تھی جس نے مسلم عوام کو حرکت دی۔ ان کو جس چیز نے ہلایا وہ ان کے مسلمان بھائیوں کی سرمایہ داری کے خلاف تحریک اور ان کا اپنا سرمایہ داری کے خلاف قومی احساس تھا۔

اور صرف اسی وجہ سے کہ مہاتما گاندھی اور کانگریسی لیڈروں نے اس کو سمجھا اور خلافتی بازو کے ساتھ خلافت کو کانگریس کی جدوجہد کے مقصد میں سے ایک سمجھا کر ہندو مسلم اتحاد کے طوفانی دروازے کھل گئے اور سرمایہ داری کی جڑیں ہل گئیں۔

نا اتفاقی غائب ہو جاتی ہے

لیکن عدم تعاون کی تحریک ناکامیاب رہی خاص اسی وجہ سے کہ تحریک قیادت عوام کے سامنے ایک واضح جمہوری پروگرام رکھنے کے قابل نہ تھی سوراج بغیر تعریف کے رہا ــــــ مزدوروں اور کسانوں کے جمہوری مطالبات۔ ہندوستانی اقوام کا حق خود ارادیت، ہندوستان کی آزادی کی بڑی جدوجہد کے ایک حصہ کی حیثیت سے سامنے نہ رکھے گئے۔

پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں کانگریس سوراجی بازو مرکزی اسمبلی میں داخل ہوا اور وہاں پر اسی وقت انتظام حکومت کی تبدیلی کے لئے سوال اٹھایا گیا۔ مسٹر جناح اور ان کی پارٹی نے مرکزی اسمبلی میں تمام خاص سیاسی امور پر کانگریس کا ساتھ دیا۔ اسی وقت کانگریس نے ہندو مسلم سمجھوتہ کی ضرورت کو تسلیم کیا تاکہ حکومت برطانیہ کے سامنے ایک متحدہ قومی مطالبہ رکھا جائے دسمبر سنہ ۱۹۲۳ء میں مسلم لیگ نے ایک ریزولیوشن پاس کر کے ایک کمیٹی دوسری پارٹیوں سے سمجھوتہ کرنے کے لئے مقرر کی۔

اب تو کانفرنسوں اور ہندو مسلم سمجھوتہ کے لئے کوششوں کا ایک طوفان آ گیا۔ گو کہ ہندو مسلم اتحاد اب بھی ایک دھوکے کی ٹٹی ہی رہا۔ سنہ ۱۹۲۷ء میں سائمن کمیشن کے تقرر کے اعلان کے ساتھ ملک میں ایک غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی کانگریس اور مسلم لیگ دونوں نے اس کو برا بھلا کہا اور باہمی سمجھوتہ کے لئے ایک مرتبہ پھر کوششیں ہونے لگیں۔

مسلم مطالبے نے اپنے آپ کو مختلف گروہ ٹکڑوں کی صورت میں جن کے پیچھے تمام خاص مسلم جماعتیں آل انڈیا لیگ اور مسلم کانفرنس والوں، مولانا محمد علی کی قیادت میں خلافت والوں کی خاص جمعیت اور جمعیت العلماء متحد تھے اپنے آپ کو واضح طور پر ظاہر کیا۔ صرف ڈاکٹر انصاری اور مولانا آزاد کی قیادت میں قوم پرست مسلمانوں نے اس میں حصہ نہیں لیا لیکن وہ بھی دوسرے مسلمانوں سے سمجھوتہ کرنے کے موافق تھے۔ کانگریس کی طرف سے نہرو رپورٹ مرتب کی گئی۔

اس جگہ اس وقت کے خاص مسلم مطالبات۔ وہ شکایات جن پر کہ وہ نہرو رپورٹ کے خلاف تھے اور کلکتہ میں منعقد کردہ آل پارٹیز کانفرنس کے کسی سمجھوتہ پر نہ پہنچنے کے وجوہات سب کو جانچنا ضروری ہے

نہرو رپورٹ

نہرو رپورٹ نے ایک وفاقی طریقہ حکومت کے لئے سفارش کی جس میں بچی کھچی طاقتیں مرکز کے قبضہ میں تھیں خصوصاً پنجاب اور مسلمانوں کے لئے ان صوبوں میں جہاں وہ اقلیت میں تھے نشستیں محفوظ ہوں اور مسلمانوں کے لئے مرکز میں کوئی ریزرویشن (حفاظت) نہ ہو اور وہاں پر ان کو کل نشستوں میں سے کم و بیش ایک چوتھائی ہیں۔

دوسری جانب مسلم مطالبے کی خصوصیات یہ تھیں کہ جب کبھی فاضل طاقتیں صوبجات کے قبضہ میں ہوں۔ سندھ، بلوچستان اور شمالی مغربی سرحدی صوبہ بحیثیت علیحدہ صوبجات کے تعین ہوں اور ان کو ایک ہندوستانی صوبہ کے تمام سیاسی حقوق ملیں پنجاب اور بنگال میں مسلم اکثریتیں قائم بھی رکھی جائیں اور مسلمانوں کے لئے تب تک جداگانہ انتخاب قائم رکھا جائے۔ جب تک کہ وہ ان کو ترک کر دینا پسند کریں۔ مسلم مذہب اور تمدن کو مستقبل کے نظام حکومت میں کافی قانونی تحفظات۔ مرکزی اسمبلی میں مسلم نمائندگی ایک تہائی سے کم نہ ہونے پائے۔

اب یہاں پر ہم دیکھتے ہیں کہ زیادہ وضاحت اور پر مسلم اقوام کو سندھ، شمالی مغربی سرحدی صوبہ اور بلوچستان کے مسلم باشندوں کی علیحدگی اور بیداری کے لئے اور پنجاب اور بنگال کے مسلم باشندوں کے آزاد وجود کے لئے مطالبہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں

اس وقت جبکہ ہندوستانی باشندوں کے نمائندے ایک آزاد ہندوستان کے لئے نظام حکومت بنا رہے تھے مختلف مسلم اقوام آگے آتی ہیں اور آزادی کے اس ڈھانچہ میں مکمل اور سب سے زیادہ جمہوری آزادی کا مطالبہ کرتی ہیں۔

...... یہ مطالبہ کے ہندو مخالفوں کی اقوام کو یہ واضح کر دینا چاہئے کہ ہندوستان کی آزادی بحیثیت مجموعی ان کے لئے کیا مطلب ہوگا؟ ان کے الفاظ میں اس کو کس طرح ترجمہ کیا جائے گا۔ وہ ان کی ترقی اور نشوونما کے لئے کیا امکانات پیدا کرے گی۔

کیا یہ حقیقی جمہوری آزادی نہیں تھی جس کے لئے کانگریس لڑ رہی تھی؟ کیا کانگریس نے خود بحیثیت ایک سیاسی تنظیم کے جو ایک بہت بڑی حد تک ہندوستان کے مسلمانوں میں یہ جمہوری بیداری پیدا کرنے کی ذمہ دار تھی ایک نئی عام بیداری پیدا نہیں کی؟ جس طرح ہندوستان کے مختلف باشندوں میں ایک نیا قومی احساس پیدا ہو رہا تھا اور ابھی تک جاری ہے ہو رہے منظم غیر ترقی یافتہ ہزاروں تامل، تیلگو، مہاراشٹری، کرناٹکی وغیرہ جیسے بڑے مختلف وحدت بندیاں شامل ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح سیاسی جدوجہد کی ترقی اپنے آپ کو مسلم باشندوں کے اس مطالبہ کی صورت میں ظاہر کرتی رہی تھی۔

اور صرف اس کو سیاسی جمہوری ترقی کو تسلیم کرنے اور ان کو مکمل آزادی کی ضمانت دینے سے ہی ہو سکتا تھا کہ ان کی باہمی امداد و حمایت کی جا سکتی۔ اتحاد تعمیر ہوتا اور ہندوستان بحیثیت مجموعی ایک اور قدم آگے بڑھاتا۔ بدقسمتی سے یہ نہیں کیا گیا۔ یہ اسی نااتفاقی کا نتیجہ تھا کہ جب کانگریس نے سول نافرمانی کی جدوجہد سنہ ۱۹۳۰ء اور سنہ ۱۹۳۲ء میں چلائی تو تمام مسلمان اس سے متاثر نہ ہو سکے۔

راؤنڈ ٹیبل کانفرنس کے وقت اور کمیونل ایوارڈ کے بعد آئین کے لئے دوبارہ کوششیں کی گئیں لیکن وہ بھی فضول ثابت ہوئیں۔ سنہ ۱۹۳۵ء تک جداگانہ انتخاب کے ساتھ ایک نیا نظام حکومت بنایا گیا۔

الیکشن اور ان کے بعد

الیکشن میں کانگریس کی زبردست فتوحات

اعلان

محکمہ ناظم وزارت بندوبست سرکار عالی

سرکار کی طرف سے غلے کے پوشیدہ ذخائر کے مخبروں کو انعام

۱۔ حکم نشان (۱۵) بابت ۱۳۵۲ف کے مطابق اگر کسی شخص کے پاس دس من یا اس سے زائد مقدار میں غلہ موجود ہو تو لازم ہے کہ اس کی اطلاع بلدہ میں ناظم صاحب راشنگ اور اضلاع و تعلقات کے مستقر پر تحصیلدار صاحبان کو دو ہفتوں کے اندر اندر تیار کر کے دے۔ یہ حکم ہر شخص کے لئے قابل تعمیل ہے خواہ وہ تاجر ہو یا زراعت پیشہ یا خوش باش۔

۲۔ حکم نشان (۱۵) مورخہ ۳۰ دی ۱۳۵۳ف کے لحاظ سے ملک کے تمام تھوک فروشوں اور چلر فروشوں اور ایسے لوگوں کو جو ایک سو روپیہ یا اس سے زائد یا اگر مقدار کرتے ہیں نیز ایسے اشخاص کو جن کے قبضہ میں دو سو من یا اس سے زائد ہو اجازت نامہ حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تھوک فروش اور بیوپاری کا ہر ہفتہ میں ذخیرہ کی تعداد اسٹاک ان کے قبضہ میں ہو اس کی اطلاع بلدہ میں ناظم صاحب راشنگ کو اور اضلاع و تعلقات میں تحصیلداروں کو دو ہفتہ وار کریں۔

۳۔ احکام مذکورۂ صدر کی خلاف ورزی کی صورت میں ملزم کو تین سال تک قید یا جرمانہ یا ہر دو سزائیں دی جاسکیں گی اور غلہ بھی حق سرکار ضبط کر لیا جاسکے گا۔

۴۔ احکام مذکورۂ صدر کے خلاف غلے کے جو پوشیدہ ذخائر رکھے گئے ہوں ان کو معلوم کرنے کی غرض سے سرکار نے ایسے ذخائر کے مخبروں کے لئے حسب ذیل انعام مقرر کیا ہے۔

(الف) ایک سو تھیلوں تک فی تھیلہ ایک روپیہ

(ب) پانچ سو سے زائد ایک ہزار تک — پہلے پانچ سو کے لئے فی تھیلہ ایک روپیہ اور باقی کے لئے فی تھیلہ چھ آنے

(ج) دو ہزار سے زائد تھیلوں کے لئے — دو ہزار تک حسب صراحت (ب) اور باقی کے لئے فی تھیلہ چار آنے

۵۔ یہ انعامات اس صورت میں دئے جائیں گے جبکہ پوشیدہ ذخیرہ کی مقدار معقول ہو۔

پوشیدہ ذخائر کی متعلق اطلاعات پر بلدہ دارالسلطنت میں مال اور تجارت کے پاس ..... ناظم صاحب راشنگ ..... بلدہ میں ..... ناظم صاحب ..... [illegible]

[illegible]

سیاسی تعطل کے اسباب اور اُن کا حل

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱)

اور کانگریس اکثریت کے صوبوں میں ایک جماعت کی وزارتیں بننے کے بعد کانگریس کی امید کے قطعی برخلاف واقعات رونما ہوئے۔ کانگریس کے اندر ہندو مسلم اتحاد قائم ہو جانے کے بجائے مسلم عوام کانگریس سے دور اور زیادہ دور ہوتے چلے گئے۔

مسلم لیگ میں ایک نئی زندگی آگئی مسلم عوام کے سرمایہ داری کے خلاف جذبات نے اپنے آپ کو مسلم لیگ کے نئے عقیدہ کی صورت میں ظاہر کیا "جواب آزاد جمہوری حکومتوں کے فیڈریشن کی صورت میں ایسی کامل آزادی کا حاصل کرنا جس سے نظام سلطنت میں مسلمانوں کے حقوق ٹھیک اور موثر طریقہ میں محفوظ ہوں" ..... ہو گیا۔

یہاں پر ہم پھر یہ دیکھتے ہیں کہ جب ہندوستان کی آزادی کا سوال مکمل اصول کی صورت میں رکھا جاتا ہے تو مسلم اقوام کا مطالبہ اس مقصد کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے کہ ہندوستان کا مستقبل ایک آزاد جمہوری حکومتوں کا فیڈریشن ہو۔

کانگریسی وزارتوں کے زمانہ میں نہ صرف کوئی ہندو مسلم مسئلہ کا حل ہوا بلکہ وہ اور بھی بدتر حالت پر پہنچ گیا یہاں تک کہ جب ستمبر ۱۹۳۹ء میں جنگ کا اعلان ہوا اور کانگریسی وزارتوں نے دسمبر میں استعفیٰ دے دیا تو لیگ نے ملک میں یوم نجات منایا۔

جنگ نے ہندوستان کی آزادی کے سوال کو ایک فوری امر بنا دیا۔ پھر بھی کانگریس اور لیگ ۱۹۴۰ء کی طرح متحد ہونے کے قابل نہ ہوئیں جس وقت کانگریس نے فوری آزادی اور مجلس انتخابیہ کو بنانے کا مطالبہ کیا مسلم لیگ نے اپنا مشہور پاکستان ریزولیوشن ۱۹۴۰ء میں لاہور میں پاس کیا۔ جس کی رُو سے ہندوستان کے شمال مغربی اور مشرقی مسلم اکثریت کے خطوں میں ذاتی حکومت کا مطالبہ کیا گیا۔ جنگ جاپانی خطرہ اور ناکامیوں کے جلے کا یہ تقاضا تھا کہ ان دو بڑی سیاسی جماعتوں میں فوراً اتحاد ہو جاتا لیکن وہ کرپس گفت و شنید کے زمانہ میں بھی متحد ہونے میں کامیاب نہ ہوئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرمایہ دارانہ جمعیت پرست ہندوستان کو کوئی طاقت دینے سے انکار کرنے کے قابل ہو گئے۔

تب سے اور اب تک حالت متواتر بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے سخت اقتصادی تباہی آگئی اور بیاروں ہندوستانیوں کو برباد کئے ڈالتی ہے۔ فوکر شاہی ..... پیچھے بدترین تباہی پر تباہی لاتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن ہر دو کی نااتفاقی کی وجہ سے ہندوستانی اور ان کی تجارت کرنے والی کانگریس اور لیگ اپنی قوم کی قسمت ..... اس کی ..... [illegible]

..... گئی ہے۔

آزادی کا راستہ

پھر ہمارے لئے اس سے نکلنے کا کیسا راستہ ہے؟ کس طرح ہماری دونوں قومی تنظیمیں یک زبان ہو سکتی ہیں؟ جو کچھ اوپر لکھا گیا ہے اس کو ثابت کرنا چاہئے کہ مسلمانوں اور مسلم لیگ کے مطالبات کی جداگانہ انتخاب اور علیحدہ نمائندگی سے خود اختیاری اور مسلم صوبوں کے لئے بیگمی طاقتیں خود ارادیت اور پاکستان کی منزل تک ترقی کو رجعت پسندی اور فرقہ بندی کی ترقی نہ سمجھنا چاہئے۔ لیکن یہ سرمایہ داری کے خلاف ترقی کا قدم اقوام کے قومی جمہوری جذبہ کا باعث ہوا اور ہے۔

یہ مطالبہ بڑھا ہے اور ہندوستانی قومی تحریک کی آزادی کی جانب ترقی کے ساتھ زیادہ واضح اور زیادہ مضبوط ہو گیا ہے۔ کوئی وجہ نہیں کہ اس کو عام قومی تحریک کے راستہ میں ایک رکاوٹ سمجھا جائے۔ جیسا کہ اُردو کے زبردست شاعر ڈاکٹر اقبال نے اپنے ۱۹۳۰ء کے مسلم لیگ کے خطبۂ صدارت میں کہا۔

"اگر اس اصول کو کہ ہندوستانی مسلمان اس وطن میں ذاتی تمدن اور اپنی روایات کے ساتھ مکمل اور آزادی ترقی کا حق رکھتا ہے ایک مستقل فرقہ وارانہ سمجھوتہ کی بنا تسلیم کر لیا جاتا ہے تو وہ اپنا سب کچھ ہندوستان کی آزادی کے داؤں پر لگانے کے لئے تیار ہو جائے گا۔"

اگر اس روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ بنیادی طور پر کانگریس اور لیگ آج ایک دوسرے سے بہت نزدیک ہیں۔ حالانکہ ظاہرا وہ بہت دور معلوم ہوتی ہیں دونوں ہندوستان کی آزادی چاہتی ہیں اور دونوں کو خود ارادیت کے اصول پر اعتقاد ہے۔

دونوں اُن مختلف اقوام کے بہترین اور اعلیٰ جذبات کی نمائندگی کرتی ہیں جو کہ ہمارے ملک میں موجود ہیں۔

تب اگر کانگریس پاکستان کے مطالبہ کو اس روشنی میں دیکھیں اور اگر مسلم لیگ اپنی تنظیم اور وزارتوں کے لئے ایک ترقی پذیر عام ہند اور جمہوری پروگرام قبول کریں تو ایک ایسی حالت پیدا ہو جائے گی جس میں ان تنظیموں کے درمیان اتحاد کو روکا نہ جا سکے گا۔

اس اعلیٰ مقصد کے لئے ہر ہندوستانی محب وطن کو اپنی تمام کوششیں صرف کرنی چاہئیں۔

اٹلی میں نازی مورچے ٹوٹنے لگے

بقیہ سلسلہ صفحہ (۳)

کی رہنمائی کرنا اور انہیں سامان جنگ بھجوانا ہے۔ یہ دراصل اس متحدہ قومی محاذ کے رکن ہیں جو فاشی حکومت کا جز بن گیا ہے۔ اس قومی محاذ کے بن جانے سے اطالوی عوام میں اپنی آزادی کے لئے لڑنے کا جوش پیدا ہو گیا ہے اور اب ان کی مدد سے جنگ آزادی اور اتحادی فوجوں کی جنگ میں مضبوط رشتہ قائم ہو گیا ہے۔

مرکزی مجلس مسلم تاجران کا

چوتھا سالانہ جلسہ

مرکزی مجلس مسلم تاجران مملکت آصفیہ کا چوتھا سالانہ جلسہ بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۴۵ء بروز پنجشنبہ بوقت ۹ ساعت شب بازار عثمانیہ میں مجلس کے صدر جناب ابوالبیان خواجہ بہاؤالدین صاحب کی صدارت میں منایا گیا جس میں حیدرآباد اور سکندرآباد کے ممتاز بیوپار کے سوا اضلاع کے تاجر بھی کافی تعداد میں شریک رہے۔ ٹھیک ۹ بجے شب جلسہ کا آغاز قراءت اور نوری صاحب اور ابوالمجاہد محمد احمد اللہ صاحب کی نظموں سے کیا گیا۔ مولوی عبدالعزیز صاحب بی۔ ایس۔ سی کی تحریک اور محمد ایوب سیٹھ صاحب اور انعام اللہ خان صاحب بی۔ اے بی۔ ایل۔ اور صالح بن عمر صاحب بی۔ اے۔ کی تائید صدارت کے بعد ابوالبیان صاحب نے مسرت افزا چیئر زینت کرسی صدارت کو زینت بخشا کرسی صدارت سے قرارداد تعزیت پیش ہوئی جسے حاضرین نے باادب استادہ ہو کر منظور کیا معتمد صاحب مجلس کے سالانہ رپورٹ کے سنانے اور اس کی منظوری کے بعد جناب ڈاکٹر انور اقبال قریشی پروفیسر معاشیات جامعہ عثمانیہ نے ایک گھنٹہ تک بصیرت افروز تقریر فرمائی۔ بعض اہم قراردادیں جو اس جلسہ میں منظور ہوئیں حسب ذیل ہیں۔

بعض غیر ذمہ دار اشخاص مختلف مواقع پر دکانیں بند کروانے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ ان کا یہ طرز عمل تنظیم کے اصول کے خلاف ہے اس لئے مجلس کی جانب سے اس کا انسداد ضروری ہے جب تک مجلس سے ہدایات وصول نہ ہوں ایسے غیر معمولی مواقع پر دکانوں کو ہرگز بند نہیں کرنا چاہئے۔

محرک حسین الدین صاحب۔ مؤید عبداللہ جانی

سررشتہ کروڑگیری سرکار عالی کی جانب سے جو محصول ریلوے ٹریک پر لیا جاتا ہے وہ نامناسب ہے اس لئے اس طرح کی لئے گئے اس قسم کا محصول بند کر دیا جانا چاہئے۔

محرک حسین الدین صاحب

مؤید فضل حسین صاحب

مرکزی مجلس مسلم تاجران کا یہ جلسہ سالانہ حکومت سرکار عالی سے استدعا کرتا ہے کہ ملک کی دوسری حکومتوں کی طرح یہاں بھی اقتصادی کمیٹیاں بنائی جائیں جن میں کم از کم ۳ نمائندے اور صوبہ کی کمیٹی میں دو۔ دو اور ہر ضلع اور ہر تعلقہ کی کمیٹی میں ایک ایک نمائندہ شریک کیا جائے اور بالعموم جملہ معاشی اور تجارتی کمیٹیوں میں مجلس کے اراکین منتخب کئے جائیں۔

محرک سعدی بن عبدالحمید صاحب بی۔ ایس۔ سی

مؤید سالم بن عمر صاحب بی۔ اے۔

مرکزی مجلس مسلم تاجران کا یہ جلسہ ابوالبیان خواجہ بہاؤالدین صاحب صدر مرکزی مجلس کے تفصیلی پیش کردہ پروگرام کو روبہ عمل لانے کے فرائض پر غور کر کے رپورٹ پیش کرنے کے لئے دس اراکین عاملہ کی ایک سب کمیٹی کی تشکیل عمل میں لاتا ہے اور صدر صاحب مجلس کو مجاز گردانتا ہے کہ وہ اراکین کے نام خود منتخب کریں۔

محرک محمد ایوب سیٹھ صاحب مؤید فضل حسین صاحب

مرکزی مجلس مسلم تاجران کا یہ جلسہ اپنے معتمد سے اس امر کی تحریک کرتا ہے کہ پبلک کمان سے بادشاہی عاشور خانہ تک کے بازار کا نام بجائے پتھرگٹی کے عثمانیہ بازار سے موسوم کیا جائے۔

محرک عبداللہ جانی صاحب

مؤیدین احمد حسین صاحب محمد عثمان صاحب

تنگبھدرا پراجکٹ کا قضیہ

مولوی اکبر علی خاں کا صحافتی بیان

حیدرآباد۔ ۲۹ تیر۔ نمائندہ اخبار ہندو مقیم بنگلور نے مولوی میر اکبر علی خاں صاحب بیرسٹر سے جو فی الوقت بنگلور میں مقیم ہیں ایک صحافتی ملاقات کی جس کے دوران میں مقیم آپ نے تنگبھدرا کے مسئلہ میں مولوی میر اکبر علی خاں صاحب نے نمائندہ مذکور کو ایک بیان دیا جو ۲۰ مئی کے اخبار ہندو میں شائع ہوا ہے۔

اس بیان میں بیرسٹر صاحب نے جو مسئلہ تنگبھدرا کی حد تک حکومت سرکار عالی کے مشیر قانونی بھی رہ چکے ہیں۔ کہا کہ مدراس اور میسور کا سمجھوتہ مکمل نہیں سمجھا جا سکتا تاوقتیکہ حکومت حیدرآباد کی رضامندی اور توثیق اس کو حاصل نہ ہو۔ چونکہ ہندوستان بھر میں غذا کا مسئلہ اہم ہو گیا ہے۔ اس لئے ضرورت ہے کہ تینوں حکومتیں باہمی سمجھوتہ سے جلد کسی قطعی فیصلہ پر پہونچیں۔ مولوی میر اکبر علی خاں صاحب نے یہ بھی کہا کہ اگر مدراس کی جانب سے مسٹر راج گوپال چاری، حیدرآباد کی جانب سے نواب علی نواز جنگ بہادر اور میسور کی جانب سے مسٹر ... کو اس دیرینہ تنازعہ کے تصفیہ کا مجاز گردانا جائے تو انہیں توقع ہے کہ مزید پیچیدگیوں کے بغیر یہ مسئلہ سلجھ جائے گا۔ اور حکومت ہند کی ثالثی یا مملکت منظم کی حکومت کے پاس مرافعہ کی نوبت نہیں آئے گی۔

بیرسٹر صاحب نے مزید کہا کہ وہ واقف ہیں کہ مسٹر راج گوپال آچاری یا نواب علی نواز جنگ بہادر فی الوقت برسر اقتدار نہیں ہیں۔ لیکن ان دونوں اصحاب کو

مسئلہ تنگبھدرا کے ... سمجھوتہ سے ... ہے اور یہ اشخاص ان کے نام پیش کئے ہیں۔

مملکت آصفیہ کے مفاد کی حفاظت کی جا رہی ہے

تنگبھدرا پراجکٹ سے متعلق جو خبریں شائع ہو رہی ہیں وہ حکومت سرکار عالی کے اس اصول کے بالکل خلاف ہیں جو اس کارروائی کی بروئے عمل لایا جا رہا ہے۔

پبلک کو یقین رکھنا چاہئے کہ حکومت سرکار عالی اس مسئلہ سے بے خبر نہیں ہے اور اس نے نواب علی نواز جنگ بہادر سے خواہش کی ہے کہ مدراس کے جو نمائندے مسٹر ناماسوری مشیر گورنر مدراس اور چیف انجینیر مسٹر ... عنقریب غیر رسمی گفتگو کے لئے حیدرآباد آ رہے ہیں ان سے تبادلہ خیال کریں اور جیسا کہ کونسل کی ایک سب کمیٹی کا قیام بھی عمل میں لایا جا چکا ہے تاکہ سب کمیٹی اس غیر رسمی گفتگو پر روزانہ نظر رکھے اور مسٹر ناماسوری سے ضرورت کے لحاظ سے قریبی ربط قائم رکھے۔

اگر حکومت میسور اور حکومت مدراس کسی غیر رسمی سمجھوتہ کو بھی پاتے تو اس کا اثر حکومت حیدرآباد کے مفاد پر اس وقت تک نہیں پڑ سکتا جب تک حکومت سرکار عالی اس کو قبول نہ کرے پبلک کو اطمینان رکھنا چاہئے کہ دولت آصفیہ کے اس مفاد کی کماحقہ حفاظت کی جا رہی ہے۔ (کمیونکے)

مابعد جنگ صنعتی تنظیم

بقیہ سلسلہ صفحہ (اول)

اختتام جنگ کے بعد اس زمانہ میں جبکہ بیرونی ممالک سے مسابقت کا کوئی خطرہ نہ ہوگا ہندوستانی مصنوعات کو چلنے پھرنے کا کافی موقع ملے گا۔ ہندوستانی مصنوعات کو سارے ہندوستان میں ایک وسیع مارکٹ دستیاب ہوگا اور ہندوستان کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ کو سامان کی منتقلی پر محصول عائد نہیں ہوتا۔ اگر حالات کی رفتار کا یہ اندازہ صحیح ہے تو ہندوستانی صنعتوں کی ترقی کے لئے حکومت کی جانب سے کس قسم کی امداد ضروری ہوگی وہ یہ ہے۔ سرمایہ کی فراہمی کا معقول انتظام رسل و رسائل و حمل و نقل کی سہولتیں تعلیم اور صحت عامہ کا انتظام۔ ایسی صورت میں تامینی محصول کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اگر صنعتی ترقی کی لازمی شرائط پوری ہوں تو تامینی محصول سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

(اورینٹ)

[illegible] پریس میں چھپ کر باہتمام [illegible] دفتر ملکیت سے شائع ہوا